ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

اکیسویں صدی کی پاکستانی خواتین شاعرات کی اردو نظموں میں نسائی رجحان

"IKEESWI SADI KI PAKISTANI KHAWATEEN SHA'ERAT KI URDU NAZMON MEIN NISAI RUJHAN"

ڈاکٹر سبینہ اویس اعوان

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج وومن یونیورسٹی، سیال
کوٹ

ڈاکٹر محمد عامر اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیال کوٹ

Abstract

Feminist literature basically studies human sensitivities and mindset related to feminism. It also focusses on those sensitive ideas which distinguishes a female writer from a male. Feminist literature forms a basic part of Urdu literature. Feminist motivation and thoughts reflect the cultural inclination exist in our society. It also reflects the collective literary thoughts present in our culture. Feminist presentations is very much linked to history. Feminist literature is not against our prevalent cultural civilization and norms. It presents the mindset and ideological thoughts of our half of the population. Feminist literary movement is linked to human uprisings against tyrannies of male domination. Feminist movement started raising voice for women rights and for their empowerment. It raised voice for gaining human rights for women so that they may get equal rights as human being. She was taken as an object not as an individual. Her rights were denied and she was living in abject poverty where it was difficult for her to make both ends meet. Women from good families were not allowed to publish their writings in well reputed journals. They had no say in house hold activities and in basic decision makings. After the independence, women from Pakistan found appropriate environment for writings and upbringings as literary icon. She expressed herself, problems and raised voice through her writings. She was listened and acknowledged as equal human being. Progressive movement imparted its impact in the Indian subcontinent and gave born to many big names in women literary circles included fehmida Riaz, Kishwar Naheed, Nasreen Anjum Bhatti, Azra Abbas, Shaista Habeeb, Sara Shagufta, Tanveer Anjum, Shahida Hassan, Shabnam Shakeel, Samina Raja, Fatima Hassan, Yasmeen Hameed, Mansoora Ahmad and Hameeda Shaheen. This article will shed light in the literary work done by blue stocks in the 21st century in the area of feminist inclination and literary aptitude.

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

نسائی ادب سے مراد نسائی احساسات و شعور کا مطالعہ ہے وہ احساسات و شعور جو ایک لکھاری خاتون کا ایک لکھاری مرد سے منفرد کرتے ہیں۔ انسانی تہذیب و ثقافتی اقدار کی ترقی میں مرد و زن برابر کے شریک ہیں لیکن انسانی تاریخ پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ انسان کی اس تہذیبی ترقی کا سہرا صرف اور صرف مرد ذات کے سر پر ہے۔ مرد کو اس شعور و جسمانی ترقی میں یکتائی حاصل ہے۔ مجموعی طور پر معاشرے میں رائج اس معاشرتی رویے، بنیادی انسانی حقوق کے حصول اور معاشرے میں اپنے کردار و شراکت کو نظر انداز کیے جانے کے خلاف خواتین نے جدوجہد کی ابتدا کی۔ لفظ آزادی اور مساوی حقوق کو بھی مختلف ثقافتی و مذہبی مضمون میں ڈھال کر تحریک کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی رہیں ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں آزادی اور مساوی حقوق کو قبائلی روایات اور مذہب کے حوالے سے واضح کرتے ہوئے اسے مغرب زدگی کا نام دے کر مسترد کیا جاتا رہا ہے جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں خواتین کی حیثیت اور ان کے مسائل مزید پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ اس حوالے سے اگر اردو ادب پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو بیشتر مرد اُدبا و شعرا کے ادب پاروں میں عورت ایک خوب صورت بے جان چیز کے طور پر صرف اس لیے موجود ہے کہ وہ مرد کی خوشی کا باعث بن سکے۔ جس کی اپنی کوئی سوچ و فکر، پسند و ناپسند اور ضرورت نہیں اس کے لیے یہی بہت ہے کہ وہ باوفا شعار اور نیک بی بی ہو جو گھر کی چار دیواری میں قید رہنے پر ہی فخر کرے۔ جہاں تک خواتین قلم کاروں کا تعلق ہے تو لطف النسا امتیاز (1797 میں اُن کا دیوان مرتّب ہوا) کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ہیں لیکن ان کے تخلص امتیاز کی وجہ سے ایک عرصہ تک انھیں مرد شاعر سمجھا جاتا رہا۔ برصغیر کی خواتین معاشرتی اقدار اور مردانہ ذہنیت کی وجہ سے اپنی تحریروں میں مردانہ لب ولہجہ اپناتی تھیں۔ مہ لقا چندا اردو کی پہلی شاعرہ ہیں جنھوں نے اپنی شاعری میں نسوانی احساسات کا نسوانی لب و لہجہ میں اظہار کیا۔ بے تکلفی و بے ساختگی ان کے کلام کا خاصہ ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی عورت نے اپنے احساسات، جذبات اور خوابوں کو نثر و شاعری کی صورت میں بیان کرنے لگی۔ اس دور میں نسائیت کی وہ تحریک جو دوسری جنگِ عظیم کے بعد امریکن عورتوں میں زور پکڑ چکی تھی، برصغیر کی نظم گو شاعرات میں عام ہوئی۔ فیمینزم کی اس تحریک کے اثرات کے متعلق "The Penguin Dictionary of Literary Terms and Literary J.A Guddon Theory" میں لکھتے ہیں:

> "Feminism hails origins in the struggles for women's right which began late in the 18th century, more particularly with Mary Wollstone Craft's A Vindication of the Right of Women (1869) and Ameriana Margaret full's woman in Nineteenth Century (1845). The Suffragette movement at the beginning of 20th century carried on the campaign. In the 1920, there were clear signs of new and different approaches in relation to women's writers and literature."[1]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

بیسویں صدی انقلابات و تبدیلیوں کی صدی تھی ان تبدیلیوں نے عوام پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اصلاحِ معاشرہ اور قومی بیداری کی تحریک نے مسلم اشرافیہ پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ علی گڑھ تحریک نے اگرچہ مسلمان مردوں کی تعلیم و تربیت کو اپنا ہدف بنایا لیکن بالواسطہ طور پر اس تحریک نے مسلم خواتین کو بھی آگہی عطا کی جس کی بِنا پر مسلم خواتین اپنے لیے بنیادی انسانی حقوق اور جدید تعلیم کے حصول کے لیے سرگرم ہو گئیں۔ خواتین کے ادبی رسائل کی اشاعت نے ان کے لیے تخلیقی اظہار کے دریچے وا کیے ان رسائل کے ذریعے خواتین نے ادب کی ہر صنف پر قلم اٹھایا اور ان کی تحریریں اردو ادب کا ایک قیمتی سرمایہ ہیں ان خواتین میں شاہ جہاں بیگم، رضیہ خاتون، امراؤ بیگم، شمس النسا بیگم، رابعہ پنہاہ، بلقیس جمال اور زاہدہ خاتون شروانیہ (جو زخ ش کے قلمی نام سے لکھتی تھیں) کے نام شامل ہیں۔ انھوں نے ہندوستانی عورت بل کہ ہر اس طبقے کے حق میں آواز بلند کی جو استحصال کا شکار تھا۔

ہر دور میں مفکروں اور دانش وروں نے عورت کے وجود کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ مفکرِ اسلام شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال نے بھی کائنات کی رنگارنگی کو وجودِ زن سے تعبیر کیا۔ فرماتے ہیں:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں [2]

تحریکِ آزادی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی خواتین وِنگ نے مردوں کے شانہ بشانہ جدوجہد کی لیکن قیامِ پاکستان کے بعد وہ ترقی پسندانہ سوچ موقوف ہوتی چلی گئی۔ اور پاکستانی معاشرے میں تنگ نظری، شدت پسندی اور عدمِ برداشت کی جڑیں مضبوط تر ہوتی چلی گئیں۔ اس سوچ کا نقصان خواتین کو برداشت کرنا پڑا۔

مشرقی شاعرہ جو پہلے عورت ہے، نسائی جسم اور نفسیات کے حوالے سے زندگی کا تجربہ کرنے والی ہے اور بعد میں اپنے نسائی حقوق کو ضبط کرنے والے رویوں کے خلاف سراپا احتجاج بنتی ہے۔ نسائی حسیت کے متعلق خالدہ حسین لکھتی ہیں:

> ”نفسیاتی حسیت سے مُراد ہے کہ عورت جس طرح زندگی کو دیکھتی اور بسر کرتی ہے وہ مرد سے مختلف ہے ..... اسی طرح عورت کا وقت کے ساتھ تعلق اور زمانی احساس مرد سے مختلف ہے ..... وہ اپنی سائیکی جو مرہونِ مِنّت ہے اس کی جسمانیات کے حوالے سے فطرت کے تمام مظاہر کو، جس میں اس کے پانچوں حواس سے اخذ کردہ تجربہ یعنی رنگ خوشبو، آواز، لمس اور ذائقہ شامل ہیں۔ اپنی انداز سے محسوس کرتی ہے، اس میں صدیوں کے روایتی تلازمات کا بھی دخل ہے اور حال کی تبدیلیوں اور مستقبل کی امیدوں کا تعلق بھی۔ وہ جب موسموں، رتوں، رنگوں، خوشبوؤں کا تجربہ کرتی ہے تو اس کے تلازمات میں ممتا اور بیٹی، بہن اور بیوی کی ذات شامل ہوتی ہے .....یوں شعر میں عورت کی شخصیت ایک منفرد نقطۂ نظر کی صورت اختیار کرتی ہے تو ہم اسے نسائی حسیت کا نام دیں گے“۔ [3]

نسائی حسیت کے ساتھ نسائیت کی تحریک نے عورت کی ذات سے گریز کے شعار کو رد کیا اور اثباتِ ذات کی جانب پیش قدمی کی۔ اس پیش قدمی کے دوران یہ جن تجربات سے گزریں جن نفسیاتی دباؤ جن نفسیاتی کش مکش سے نبرد آزما ہوئیں وہ سب ان کی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

نظموں میں استعاراتی صورت میں ڈھل گیا۔ آج اردو شاعرات اپنی شعری تخلیقات پر اپنا نام مع تصاویر آویزاں کرنے سے نہیں گھبراتی۔

عورت جو مرد کا سایہ اور پردے میں چھپا حصہ تھی اسے خود شناسی یعنی ماں، بہن، بیٹی، بیوی اور محبوبہ کے لبادے سے باہر نکل کر صرف ایک جنس یعنی عورت بن کر سوچنے میں ایک عرصہ لگا کیوں کہ برصغیر میں ہی نہیں بل کہ دنیا بھر کے ادب میں عورتیں اپنے جذبات کا تخلیقی اظہار فرضی نام سے کرنے پر مجبور ہیں۔ 1857ء کے بعد بظاہر برصغیر میں عورت کی تعلیم و تربیت پر بھی توجہ دی گئی اور ایک مخصوص طبقہ انگریزی تعلیمِ نسواں پر راغب ہوا۔ اقبال جیسے شاعرِ مشرق بھی وجودِ زن پر غور و فکر کرنے لگے اور اختر شیرانی نے تو تمام حدود توڑ کر اپنی محبوباؤں کے نام بھی بتا دیے لیکن آزادی اور مساوی حیثیت اور حقوقِ نسواں کا پہلا ادبی نعرہ ترقی پسند تحریک کے جھنڈے تلے لگا اور عورتیں زندگی کے مسائل کو جدید علوم اور شعور کی روشنی میں پرکھنے لگیں۔ رشید امجد لکھتے ہیں:

> ""1936ء کی ادبی تحریک نے جہاں مرد اہلِ قلم کو متاثر کیا اور فکر و اسلوب کی نئی راہیں متعین کیں، وہیں خواتین کو بھی حیات و کائنات کے مسائل پر نئے زاویے سے سوچنے پر آمادہ کیا۔[4]

پاکستانی کے ادبی منظرنامے پر ادا جعفری، فہمیدہ ریاض، پروین شاکر، کشور ناہید، زہرہ نگاہ، پروین فنا سید، نسرین انجم بھٹی، شبنم شکیل اور فاطمہ حسن ایسی شاعرات ہیں جنھوں نے ہر طرح کے نامساعد حالات میں نسائی حیثیت کی عکاسی کی۔ ان شاعرات نے حقوقِ نسواں کے لیے بھی آواز بلند کی اور معاشرے میں ہونے والی ہر طرح کی ناانصافی آمریت اور شدت پسندی پر سراپا احتجاج رہیں۔

اردو شاعری میں نسائی جذبات کا اظہار کی ابتدا ادا جعفری نے کی۔ ادا جعفری نے پہلی مرتبہ صیغۂ تانیث کا استعمال کرتے ہوئے عشقیہ جذبات کا اظہار کیا۔ ادا جعفری کے شعری مجموعے ''مَیں ساز ڈھونڈتی رہی'' میں پہلی مرتبہ عورت کا دِل دھڑکتا ہوا سنائی دِیا۔ ادا جعفری کے اشعار پڑھ کر واقعی یہ احساس ہوتا ہے کہ انھیں کسی ایسی عورت نے لکھا ہے جو محبّت کا اظہار کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں کرتی۔

ادا جعفری اردو شاعری کے اُفق پر نسائی لب و لہجہ کے ساتھ چمکنے والی وہ شاعرہ ہیں جنھوں نے آنے والی شاعرات کے لیے راستہ ہموار کیا۔ ادب کے نسائی لہجے کی جدت بھری سوچ اور انقلابی رجحانات نے ادا کو ممیّز اور ممتاز کیا۔ 1934ء کے بعد اُبھرنے والی شاعرات میں ادا کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے غزل میں تانیث کا صیغہ استعمال کیا جس سے عورت کے جذبے اور واردات قلبی کا براہِ راست لہجہ متعین ہوا۔

عنبرین منیر ''اردو ادب میں نسائی نظم'' میں لکھتی ہیں:

> ''ادا جعفری نے اپنی ذات کے کرب اور تنہائی کے موضوعات کے ساتھ اجتماعی رویوں کو نئے نسائی نقطۂ نظر سے دیکھا ایسا نقطۂ نظر جس میں جرأت، ہمت اور جدت برقی رو کی طرح دوڑ رہی ہے۔ خود بینی اور جہاں بینی کے اس امتزاج نے انھیں اپنے دور کی تحریکوں میں ایک تخلیق کار عورت کے طور پر متعارف کرایا، جو اپنی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

جگہ پر ایک اجتہاد تھا"۔[5]

زہرہ نگار ایسی نظم گو شاعرہ ہیں جو عورت کے صیغہ مؤنث میں اشعار کہتی ہیں۔ بل کہ مرد اور عور کے جسمانی اور روایتی تضادات کو ملحوظِ خاطر رکھ کر عورت کے جذبات، حسیات اور نفسیات کے بھید بھی کھولتی ہیں۔ زہرہ نگار عورت کی جوانی سے وابستہ اُلجھنوں اور آسائشوں کی عکاس نہیں بل کہ بڑھاپے کی نفسیاتی کجرویوں سے بھی نظریں ملاتی ہیں۔ عورت کی جوانی تیزی سے گزر جاتی ہے پھر آتا ہے بڑھاپا۔ یہ بڑھاپا عورت کو اپنے متعلق سوچنے کا موقع فراہم کرتا ہے مرد کے ساتھ ازدواجی رشتہ کمزور ہو جاتا ہے۔ عدم تحفظ اور اپنا مقام چھن جانے کا خوف اسے گھیر لیتا ہے۔ علمِ نفسیات میں عورت کے لیے اس دور میں خصوصی توجہ تجویز کی گئی ہے تاکہ وہ اپنی جوانی، طاقت اور جس کو کھو دینے کے باعث فرسٹریشن کا شکار نہ ہو۔ زہرہ نگار کی نظموں میں سنِ یاس کے دور میں عورت کی زندگی کے نفسیاتی پہلو کو پیش کیا گیا ہے:

مَیں جس میں رہتی ہُوں ، میرا گھر ہے
یہاں کے دیوار و در کے اندر
مری جوانی کے تانے بانے
ہر ایک رگِ سنگ میں رواں ہیں
یہاں یہ نکھری ہوئی سفیدی
مرے بڑھاپے کے آنے والی
سحر کا علان کر رہی ہے

کشور ناہید ایک وسیع المطالعہ خاتون ہیں جو جدید علوم، عالمی رجحانات، دنیا بھر میں عورت کے ادب اور حالات و تحاریک سے آگاہ ہونے کے باوجود مشرقی عورت کے مسائل پر خصوصی توجہ دیتی ہیں۔ کشور اپنی ذات اور شعور کو کسی پردے یا نقاب میں چھپانے کی قائل نہیں۔ وہ نسائیت کی عالمی سطح پر چلنے والی تحریک سے بھی متاثر ہیں اور وہ مشرقی عورت کی ناآسودگی، مصلحت کوشی اور یاس پرستی سے نہ صرف نالاں ہیں بل کہ اس شعارِ زندگی میں تبدیلی بھی چاہتی ہیں۔ وہ ہر اس متعصبانہ رویے کے خلاف بر سرِپیکار ہیں جو عورت کو مرد کا غلام، مرد سے کم تر اور مرد سے کم عقل قرار دیتے ہیں۔ اس احتجاج و مزاحمت کی پیش کش میں کشور ناہید عورت اور مرد کی نفسیات کی کئی گرہیں کھولتی ہیں۔ کشور ناہید اپنے معاشرے اور عالمی معاشرے میں عورت کے حقوق کے لیے کوشاں ہوتی ہیں۔ اسی لیے ان کی نظموں سے پاکستانی عورت کی بدلتی ہوئی شخصیت اور شعور کے کئی پہلو بھی اُجاگر ہو جاتے ہیں۔ کشور ناہید نے اپنی ذات کے حصار سے باہر نکل کر مجبور عورتوں کے کرب کو محسوس کیا ایک عورت کی زبان سے عنبرین منیر اپنے مضمون "اردو ادب میں نسائی نظم" میں لکھتی ہیں:

"..... ایک عورت کی زبان سے اس کی جبلی تقاضوں کا ذکر مشرقی معاشرے میں کسی آتش فشاں کے پھٹنے سے کم نہ تھا۔ آغاز میں مردوں نے اسے تفنن طبع کا ذریعہ سمجھا لیکن جب کشور ناہید جیسی شاعرات نے

ISSN Online: 2709-7625
Vol.4 No.4 2021
ISSN Print: 2709-7617

مستقبل مزاجی اور سنجیدگی و علم و ٹیکنالوجی کی روشنی میں اپنی تحریروں کو جاری رکھا تو مردوں کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔ کشور نے نہ صرف خود اپنے جسم کی پکار کو سُنا بل کہ اس آئینہ میں دوسری عورتوں کی پامالی اور استحصالی کو جانا۔ عورت کے اندر کی طلب اسے کیسے بے تاب اور بے چین کرتی ہے اس کے اعصاب اور روز مرہ کے کام کیسے بدل جاتے ہیں اس کی نیند اور خوابوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ تمام کیفیات مرد کی نظروں سے کیوں کر چھپی رہتی ہیں۔ یقیناً اس لیے کہ وہ اسے صرف ایک غیر فعال Passive وجود تصور کرتا ہے"۔[6]

کشور ناہید نے بھی اپنی نظموں میں نسائی کیفیات کا اظہار کیا۔ ان کی شاعری برہنہ حقیقتوں کے اظہار کا نام ہے وہ دنیا میں عورت کو درپیش مسائل پر گہری نظر رکھتی ہیں۔ عصری شعور کے اظہار کے ساتھ ساتھ تلخی کا رنگ بھی غالب ہے۔ کشور نے جہاں اپنی نظموں میں محبت، جوانی، وصال، فراق کی کیفیات کو ایک عورت کی زبانی بیان کیا ہے وہیں انھوں نے ان سفاک حقیقوں کا اظہار بھی کیا ہے کہ گڑیاؤں سے کھیلنے والی لڑکیاں مردوں کے ہاتھوں میں کیسے کھلونا بن جاتی ہیں۔ انھوں نے عورت کی بے توقیری اور استحصال کا شاعری میں واشگاف الفاظ میں اظہار کیا۔

شادی، زوجیت، میاں بیوی کے تعلقات، ہر بار عورت ہی کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔ اس کا شاعرانہ اظہار کشور نے ندرت سے کیا ہے۔ جنسی اختلاط ایک معنی میں عورت کے جسم پر قبضے کے مترادف ہے۔ کشور ناہید نے نہایت تلخی سے مرد کی "حکومت"، "حقِ زوجیت" پر کاری وار کیا ہے۔ کشور ناہید محکومیت کی اصل "جڑ" تک پہنچ جاتی ہیں۔ ان کی نظموں میں پہلی بار عورت نے جسمانی تشدد کو جسمانی تشدد سمجھا اور اس پر آواز بلند کی۔

"ہر کذب اور ریاکاری کو صدقے ہوتی
محبتوں کا نقاب اُڑھاتی ہے
ترکیب اور تذلیل یک جان ہو کر
زوج بنتے ہیں
اور پھر
تپتے ہوئے تنور سے جس طرح پھولی ہوئی روٹیاں باہر نکلتی ہیں
میرے منہ پر طمانچہ مار کر
تمھارے ہاتھ کی انگلیوں کے نشان
پھولی ہوئی روٹی کی طرح
میرے منہ پر صد رنگ غبارے چھوڑے جاتے ہیں
تم حق والے لوگ ہو

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

تم نے مہر کے عوض حق کی بولی جیتی ہے"

کشور ناہید نے اپنی نظموں "جاروب کش"، "کلیئرنس سیل"، "مَیں کون ہُوں"، "نیلام گھر، "عورت" میں جنس زدہ سماج کو بے نقاب کیا ہے۔ کشور ناہید نے لفظوں کی ترتیب کو خوب صورت منظر کشی، گہرے درد اور ایک دھیمی پُرسوز نغمگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ انھوں نے عورت کے استحصال، اپنے عہد کی سفاکیوں کو مردانہ سوچ اور عورت کی بے بسی و بے کسی کو، مصنوعی اقدار، معاشرتی دوغلے پن کو منفرد انداز میں بیان کیا ہے۔ انھوں نے فکری بغاوت کے ساتھ شعریت کا بھی اہتمام کیا ہے۔

"بے نام مسافت" دوسرے شعری مجموعے میں کشور ناہید ایک اُداس اور دل شکستہ عورت کے جذبات کو پیش کرتی ہیں۔ اس مجموعے میں کشور ناہید کی نظموں میں خوابیدہ عورت کروٹ لے کر اپنی خالص نسوانی آواز میں اپنی نظم "اپنے خون کا جوش" میں کہتی ہیں:

"مرے نام سے غیرت منسوب
مجھ سے گھر بار کی عزّت
مری خواہش مٹی
مری چاہت حیلہ
مرے خوابوں کی پنہ گاہ
فقط خاک ہی خاک"

فہمیدہ ریاض اپنے مضمون "گلیاں، دُھوپ، دروازے" میں لکھتی ہیں:

"کشور ناہید کی تیسری کتاب گلیاں، دُھوپ، دروازہ عصری نسائی آگہی کا وہ نچوڑ ہے جو "بے نام مسافت" اور اس وقت کی دوسری شاعرات کے کلام میں نظر آنا شروع ہو گیا تھا۔ یہ ایسی کتاب ہے جسے بجا طور پر مکمل فیمینسٹ مجموعۂ کلام کہا جا سکتا ہے اور جس کا پورا فوکس عورت کے ساتھ سماج کی بدسلوکی تھا۔ اس کتاب میں کشور نے "غمِ ذات کا رشتہ"، "غمِ دوراں" سے پوری طرح سے جوڑ کر اسے ایک وسیع تر پس منظر میں دیکھا تھا اور اس کا پُرسوز اظہار کیا تھا"۔[7]

فہمیدہ ریاض اردو ادب کی ایسی منفرد شاعرہ ہیں جن کی شاعری میں عورت اپنے احساسات و محسوسات کو تذکیر کے صیغے میں نہیں چھپاتی۔ انھوں نے اردو شاعری کو نسائیت کے بھرپور اظہار سے متعارف کیا۔ وہ فیمنزم کو اس طرح بیان کرتی ہیں:

"مَیں نے جب بھی فیمنزم کی اصطلاح کو استعمال کیا ہے یا کہا ہے کہ مَیں فیمنسٹ ہُوں تو ہر بار میرے ذہن میں اس کا یہی مطلب رہا ہے کہ عورت کے مکمل انسانی وجود کو تسلیم کیا جائے اور اس کے کسی بھی پہلو کو کچل کر نابود کرنے کی کوشش نہ کی جائے"۔[8]

فہمیدہ ریاض نے ایک لڑکی کے جذبات کو اشعار کی صورت میں پیش کیا ان کے اشعار میں جذباتیت کا رنگ غالب ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

"پتھر کی زبان" فہمیدہ ریاض کا اولین شعری مجموعہ ہے اس کے پیش لفظ میں وہ لکھتی ہیں:

"یہ نظمیں کیا ہیں؟ ادبی شہ پارے؟..... یہ تو ایک متوسط نوجوان لڑکی کی امنگیں ہیں جن میں زندگی کا پیار ہے"۔[9]

فہمیدہ ریاض کے شعری مجموعوں میں "بدن دریدہ"، "دُھوپ"، "کیا تم پورا چاند دیکھو گے" اور "ہم رکاب" کے نام سے شایع ہوئے۔ ان کی شاعری میں جہاں نسائی جذبات و احساسات کا اظہار بے باکی سے موجود ہے وہیں ان کی شاعری میں سیاسی حوالے سے مُزاحمتی رنگ بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر ضیاءُالحسن "اردو نظم آغاز و ارتقا" میں لکھتے ہیں:

"اُن کی شاعری میں پہلی دفعہ کسی عورت نے اپنی زبان سے اپنی جسمانی ضرورتوں کا اظہار کیا۔ ایک ایسے معاشرے میں جس میں عورت کو ملکیت تصور کیا جاتا ہے اور اس کے انسانی جذبات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ آواز مبارزت طلب محسوس ہوئی۔ انھوں نے بڑی بے باکی سے عورت کے وجود کا اظہار کیا اور خصوصاً اس کی جنسی ناآسودگی پر بات کی۔ ان کے لب ولہجے میں باغیانہ سرکشی نمایاں تھی"۔[10]

اردو نظم میں عورت پر بلا جھجک قلم اُٹھانے والی شاعرات میں فہمیدہ ریاض کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ نظم گوئی میں نسائیت کی بات ہو تو کشور ناہید کے ساتھ فہمیدہ ریاض کا نام ضرور آتا ہے۔ عنبرین حسیب عنبر لکھتی ہیں:

"فہمیدہ کی شاعری کا غالب رویہ نسائی احساس کی ترجیح پر قائم ہے۔ ہمارے سماج میں درپیش ناہمواریوں کی نشاندہی ان کی نظموں میں بہت قوت کے ساتھ نظر آتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ عالمی سطح کے دیگر مسائل پر بھی ان کی نظر ہے"۔[11]

فہمیدہ ریاض کی شاعری عورت کے حواس و لمس کے جذبات و تجربات کی بے باک اور سچی ترجمان ہے۔ فہمیدہ ریاض نے عورت کے ان جذبات کو کھول کر بیان کیا جو مشرقی تہذیب کے باعث دب جاتے ہیں۔ جدید نفسیات کے نزدیک عورت اور مرد یکساں جبلی جبر کے بوجھ تلے دبے ہیں لیکن عورت کو سزا اور جزا کے ذریعے یہ سکھا دیا جاتا ہے کہ وہ کچھ بھی محسوس نہیں کرتی یوں اس کے لاشعور میں طوفان اٹھتے رہتے ہیں اور اسی لاشعوری کش مکش کے باعث عورتیں ہسٹریا کا شکار ہو جاتی ہے۔ فہمیدہ ریاض کی شاعری عورت کی انھی فطری اور جبلی تقاضوں کا جرأت مند اعتراف ہے جس میں جسم اور جنسی جذبوں کی مدھر آہٹ آہستہ آہستہ پُکار میں ڈھل جاتی ہے۔ ان کا پہلا مجموعہ "پتھر کی زبان" مشرقی معاشرے کی عورت گھٹن اور تنہائی کے تصورات سے ایک بھرپور عورت کی حسیاتی نزاکتوں سے سجے تخیل کی جانب بڑھتے ہیں جس میں جدید مشرقی عورت کا عکس موجود ہے۔ مشرقی معاشرے میں عورت اپنی حقیقی فطرت کو چھپا کر جس جھوٹ کے ساتھ جیتی ہے وہ فہمیدہ کے خیال میں معاشرتی نقاب ہے۔ اپنی نظم "سچ" میں لکھتی ہیں:

"سچائی، اُلفت، خودداری
مٹی کے کمزور کھلونے
پل بھر میں ٹوٹ جاتے ہیں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

پل بھر میں ٹوٹ جاتے ہیں

پھر بھی دنیا کتنی حسین ہے

ایسی مقدس..... جیسے مریم

ایسی اُجلی..... جیسے جھوٹ"

مشرقی عورت کا نفس اور جبلی تقاضے نظم "باکرہ" میں سانس کے ساتھ بھڑکنے والی آگ میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اس کی تسکین کے لیے پارۂ ارب اور قطرۂ آب درکار ہے۔ نظم "باکرہ" میں لکھتی ہیں:

"اے خداوندِ اعظیم

بادِ تسکین کہ نفس آگ بنا جاتا ہے

قطرۂ آب کہ جاں لب پہ چلی آئی ہے"

فہمیدہ ریاض کا پہلا شعری مجموعہ "پتّھر کی زبان" 1967 میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کی بیش تر نظمیں عورت کی کہانی پر مشتمل ہیں، جن میں ایک جواں سال لڑکی کے مشاہدے کو بیان کیا ہے۔ وہ تمام قدغنیں جو تہذیبی و ثقافتی روایات کے نام پر ہمارے معاشرے میں لڑکیوں پر عائد کی جاتی ہیں ان تمام رکاوٹوں کو ایک لڑکی کس طرح محسوس کرتی ہے ان احساسات کو لفظوں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

فہمیدہ ریاض کے دوسرے مجموعے بدن دریدہ کا لہجہ نہ صرف چونکا دینے والا ہے بل کہ عورت کی ایسی تصویر پیش کی گئی ہے جو شعورِ زیست کے احساس سے بھرپور ہے

"مجھے ایسا لگتا ہے

تاریکیوں کے لرزتے ہوئے پُل کو

مَیں یاد کرتی جا رہی ہوں

یہ پُل ختم ہونے کو ہے

اور اب

اس کے آگے

کہیں روشنی ہے"[12]

فہمیدہ ریاض کی نظموں میں وجودِ زن کے خدوخال اُجاگر ہوتے ہیں عورت کس طرح اپنی ذہنی کیفیت کو الفاظ کی صورت میں ڈھالتی ہے۔ شاعرہ کی فکر مسلسل ارتقا پذیر ہے۔ ان کے تیسرے مجموعے "دُھوپ" میں ان کا موضوعاتی دائرہ وسیع ہو گیا یہ تبدیلی گہرے مشاہدے اور فکری تجربے کی غماز ہے۔ اس مجموعے میں ہندی الفاظ کا استعمال بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ہند اسلامی تہذیبی امتزاج سے تشکیل پانے والی شیریں زبان کو فنی اظہار اور تخلیقی دوام کے لیے استعمال کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

میں ایک گرہستن کی دلآویز تصویر پیش کرتی ہیں:

"سنگیت کے دائرے بناتی ہوئی چال
آنگن سے رسوئی کی طرف جاتی ہوئی
اک ہاتھ دھرے کمر کی گولائی میں
چٹکی میں سارا کام نمٹاتی ہوئی
گھر کے بیوپار میں سویرے سے لگی
چہرے پر تھکاوٹ کا کہیں نام نہیں
گدراتے بدن میں ہے جوانی کا تناؤ
پربت بھی کاٹ دے تو کچھ کام نہیں
ہنستا بالک ہری بھری گودی میں
سکھ چین سہاگ کے سبھاؤ میں رچا
ہونٹوں میں چٹکتے ہیں اس لیے بوسے
سب تن سے چھلکتی ہوئی جیون مدار"[13]

فہمیدہ ریاض کی شاعری ایک جیتی جاگتی شاعری ہے جو عورت کے جذبات و احساسات کو بیان کرتے ہوئے کسی پابندی کی پروا نہیں کرتی یہی وجہ ہے کہ ان کی بعض نظموں پر انھیں باغی عورت بھی کہا گیا۔ انھوں نے نسوانی جذبوں کا بے باکی سے اظہار کیا اس شعری اسلوب نے اردو شاعری کو نئی جہت عطا کی۔ ڈاکٹر صوفیہ یوسف اپنے مضمون اردو ادب میں فیمنزم اور فہمیدہ ریاض میں لکھتی ہیں:

> "ان کے کلام میں عرفانِ ذات اور کربِ ذات کا پتہ ملتا ہے فہمیدہ ریاض نے اُن موضوعات پر قلم اٹھایا جو بہت تلخ ہیں وہ عورت کو Commodity سمجھنے والے رویوں کے خلاف ہیں۔ یہ رویے صدیوں سے عام ہیں عورت کو مالِ غنیمت سمجھنا، ونی سوارہ جیسی رسوم کو وہ غیر انسانی قرار دیتی ہیں تو ساتھ ہی مغرب میں جس طرح آزادی کے نام پر عورت کو اشتہاری جنس بنا دیا گیا ہے وہ اس کی بھی مخالفت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی نظمیں "مقابلۂ حُسن" اور "اقلیما" بہت اہم ہیں"۔[14]

شاہین مفتی نے معاشرتی رسوم و رواج و قیود کے شکنجے میں جکڑی نسوانی زندگی کی محرومیوں، دکھوں اور خوابوں کو پیش کیا۔ عشرت آفریں نے اپنی زندگی کے کرب کو بچوں کی ہنسی میں چھپانے کی کوشش کی۔ ناہید قمر نے صنفِ نازک کے دکھوں، الموں کو تانیثی لہجہ میں منفرد انداز میں پیش کیا۔ جب کہ منصورہ احمد نے عورت کی سسکیوں اور آہوں کو لفظوں کی صورت میں پیش کیا۔ ثمینہ راجہ نے عورت کی تنہائی کے علاوہ عورتوں کے بنیادی مسائل پر اظہارِ خیال کیا۔ علاوہ ازیں ثریا شہاب، ریحانہ روحی، شہناز نبی، نورین

ISSN Online: 2709-7625
Vol.4 No.4 2021
ISSN Print: 2709-7617

طلعت، شگفتہ الطاف، نجیبہ عارف، نیلم احمد بشیر، یاسمین سحر ش کی شاعری بھی نسائی جذبوں کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ انھوں نے معاشرتی تضادات اور تعصبات کو بے نقاب کیا۔

مذکورہ بالا تخلیق کاروں کی تخلیقات کا مطالعہ نسوانی تنقید کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے جس سے نہ صرف ان کی تخلیقی جہات کا اندازہ ہو گا، بل کہ نسائی رویوں اور نسائی طرزِ احساس کا بھی پتہ چلے گا جب کہ عصر حاضر میں شاعری اور فکشن کے حوالے سے تانیثی منظر نامہ اپنے تجربات پیش کر رہا ہے اور ان تجربات میں کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تنقید اور نسائی ادب میں معتبر، مستند اور مستقل اقدار و تصورات کی طرح دریافت اور اعلیٰ ادب کی نشاندہی کرنا بہت ضروری ہے تاکہ نسائی تنقید اپنا اعتبار قائم کر سکے بل کہ عورت بھی زندگی کے مکمل سیاق و سباق میں اپنی پہچان بنا سکے۔ وہ زندگی کی وسعتوں میں پھیل کر کائنات کی رمز شناسی کر سکے اور کشمکش زیست میں شامل ہو کر اپنے وجود کا احساس دِلا سکے۔

زمانۂ قدیم میں خواتین مختلف النوع مسائل کا شکار تھیں اور نسائی مشکلات ان کا معاشرتی استحصال اور مرد سے کم تر سمجھنے کا رویہ ساری دنیا کی خواتین کے دلوں اور ذہنوں میں موجود تھا اس ردِّ عمل کا اظہار مغرب میں ہوا جس نے نسائی تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ اس تحریک کی جدت سے ساری دنیا متاثر ہوئی۔ ادب کے علاوہ میڈیا اور دیگر تنظیموں نے بھی عورت کی حالتِ زار کو پیش کیا پھر دانش ورانہ سطح پر عالمی معاشرے کے مباحثوں اور تحریروں کا عنوان بن گیا۔ عصرِ حاضر کی عورت بہادر ہے وہ اپنے اندر اتنی جرأت رکھتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے خلاف بذریعہ تحریر و تقریر آواز بلند کر سکے۔ اس مقصد کے لیے تحریر اور تنظیم کے راستے روز بروز کھلتے جا رہے ہیں۔ اب صورتِ حالات یہ ہے کہ عورت نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہے وہ اپنی انفرادیت کو منوانے اور اپنی شناخت کو باوقار بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔

حواشی:

1 Guddon, J.A The Penguin Dictionary of Literary Terms and Literary Theory, Fourth Edition, Cambridge: Penguin Books, 1999, P-316.

2 علامہ محمد اقبال، "ضرب کلیم"، اردو بازار لاہور، 2005، ص 106۔

3 خالدہ حسین، زہرا نگاہ، مشمولہ: خواتین کی شاعری میں عورتوں کے مسائل کی تصویر کشی۔
شبنم شکیل، سلیم اختر، خالدہ حسین، اسلام آباد، وزارتِ ترقیِ خواتین، حکومتِ پاکستان، 2005، ص 66-67۔

4 رشید امجد، پاکستانی اردو شاعرات مشمولہ عبارت (مرتّب ڈاکٹر نوازش علی) راول پنڈی، دھنک پبلی کیشنز، پرنٹرز، 1997، ص 100۔

5 مشمولہ زبان و ادب، شمارہ نمبر 10، جنوری تا جون 2012، ص 27۔

6 عنبرین منیر، "اردو ادب میں نسائی نظم"، مشمولہ "زبان و ادب" شمارہ 10، ص 28-29۔

7 فہمیدہ ریاض، "گلیاں، دُھوپ، دروازے"، مشمولہ "فیمنزم اور ہم" ڈاکٹر فاطمہ حسن، وعدہ کتاب گھر کراچی، اشاعت دوم، دسمبر 2013، ص 175۔

8 فہمیدہ ریاض، "گلیاں، دُھوپ، دروازے"، مشمولہ "فیمنزم اور ہم"، وعدہ کتاب گھر کراچی، 2005، ص 36۔

9 فہمیدہ ریاض، "پتھر کی زبان"، کراچی، مکتبۂ دانیال، 1981، ص 07۔

10 ضیاءالحسن، ڈاکٹر، "جدید اردو نظم آغاز وارتقا"، ص 103-104۔

11 عنبرین حسیب عنبر، "جدید نظم نگاری ایک جائزہ"، مشمولہ ادبیات، اسلام آباد، اکادمی ادبیات، مدیر محمد انور خان، جلد 18، شمارہ 74، 75، جنوری تا جون 2005، ص 283۔

12 فہمیدہ ریاض، بدن دریدہ دیدہ، سنگِ میل پبلشرز لاہور، 2011، ص 51۔

13 فہمیدہ ریاض، "دُھوپ"، سنگِ میل پبلشرز لاہور، 2011ع، ص 235۔

14 صوفیہ یوسف، ڈاکٹر، "اردو ادب میں فیمنزم اور فہمیدہ ریاض"، مشمولہ بازیافت، اوری اینٹل کالج میگزین، شمارہ نمبر 29، جولائی تا دسمبر 2016، ص 52۔